تبصرے

پُرانے چراغ از مولانا سید ابو الحسن علی ندوی، تقطیع متوسط، ضخامت ۴۶۴ صفحات، کتابت وطباعت بہتر، قیمت مجلد -/16، مکتبۂ فردوس، مکارم نگر، لکھنؤ۔

تاریخ اور تذکرہ نگاری مولانا سید ابو الحسن علی صاحب ندوی کا خاص فن ہیں وہ جب اس میدان میں آجاتے ہیں حسنِ انشا کے ساتھ معلومات و واقعات کے پھول قدم قدم پر کھلاتے گزر جاتے ہیں۔

یہ کتاب ڈیڑھ درجن اہم شخصیتوں کے تذکرہ پر مشتمل ہے جن سے مولانا کو ربطِ خاص اور قریبی تعلق رہا ہے، ان شخصیتوں میں بڑا تنوع ہے، چنانچہ جہاں ایک طرف مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مدنی، مولانا تھانوی، مولانا گیلانی، لاہور کے مولانا احمد علی اور ندوۃ العلماء کے مولانا کے اپنے اساتذہ، اعزا اور احباب جیسے اربابِ علم وفضل اور اربابِ سلوک و معرفت اس میں شامل ہیں تو دوسری طرف جناب جگر مراد آبادی ایسا شہنشاہِ تغزل، ڈاکٹر سید محمود اور ڈاکٹر فریدی ایسے سیاسی رہنما، اور صدیق حسن اور منشی خلیل ایسے اعلیٰ سرکاری عہدہ دار بھی اس مجموعہ کی زینت و رونق ہیں، مولانا نے اپنے ذاتی مشاہدات و تاثرات کی روشنی اور نہایت موثر و دلنشین پیرایۂ بیان میں ان سب حضرات کے خصوصیات و ممیزاتِ علم و عمل و اخلاق و شمائل کی تصویر اس دیدہ وری اور مہارتِ فن سے کھینچی ہے کہ ان کی عظیم شخصیتوں کے پیکر پیراہنِ خیال میں متحرک اور رواں دواں دکھائی دینے لگتے ہیں، یہ فن کا غایت کمال ہے، پھر ان تاثرات و مشاہدات کی بساط پر مع قید سنین و ایام مولانا نے جو تاریخ کی گلکاری کی ہے جس میں خاندانی شجرے، علوم وفنون اسلامی و دینی معاہد و مراکز اور شخصی احوال و سوانح، ان سب کے ذکر نے تاریخی اعتبار سے بھی اس کتاب کو نہایت پر از معلومات اور وقیع بنادیا

ہے اس بنا پر یہ کتاب صرف ایک تذکرہ نہیں، بلکہ گذشتہ نصف صدی کے مسلمانوں کی علمی، دینی اور تعلیمی وتہذیبی تاریخ کا ایک گوشہ بھی ہے، البتہ بعض جگہ مولانا سے مسامحت ہوگئی ہے، مثلاً صفحہ ۲۴۳ پر ۲۶ء میں مکہ مکرمہ کی المؤتمر الاسلامی میں شرکت کے لئے ہندوستان سے خلافت اور جمعیت العلما کے جو وفود گئے تھے ان کے ممبروں میں مولانا نے مولانا ظفر علی خاں کا نام بھی لکھا ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے اصل یہ ہے کہ وفد خلافت کے امیر مولانا سید سلیمان ندوی تھے اور اُس کے ارکان (۱) مولانا محمد علی (۲) مولانا شوکت علی (۳) مسٹر شعیب قریشی (۴) اور مولانا محمد عرفان تھے اور جمعیت علماء کے رئیس الوفد مولانا مفتی محمد کفایت اللہ تھے اور ارکان یہ حضرات تھے (۱) مولانا شبیر احمد عثمانی (۲) مولانا احمد سعید دہلوی، اور (۳) مولانا عبدالحلیم صدیقی۔ راقم الحروف نے بھی اٹھارہ سال کی عمر میں اپنی والدۂ مرحومہ کے ساتھ پہلا سفر حج اسی برس اور اسی جہاز اکبر سے کیا تھا جس سے یہ دونوں وفد جا رہے تھے اس بنا پر ان سب حضرات کے ساتھ معیت وصحبت کا شرف پورے سفر میں حاصل رہا اور اس سے غیر معمولی فائدہ ہوا۔ اسی طرح ص ۲۰۲ پر مولانا عبدالرشید نعمانی کی کتاب کا نام "مفردات القرآن" لکھا گیا ہے، حالانکہ صحیح نام "لغات القرآن" ہے، اب یہ ذکر آگیا ہے تو یہ بھی سن لیجئے کہ ہم نے مولانا حیدر حسن خاں صاحب کو دیکھا نہیں، لیکن ان کے نہایت قابل تلمیذ رشید مولانا عبدالرشید نعمانی ندوۃ المصنفین میں تقسیم تک برسوں ہمارے رفیق کار رہے ہیں، اس مدت میں انھوں نے برہان میں مستدرک حاکم پر طویل اور نہایت محققانہ مقالہ لکھا اور مذکورۂ بالا کتاب بھی تصنیف کی، لیکن مولانا نعمانی بھی اپنے استاد کے تتبع میں اس قدر کٹر حنفی تھے کہ لبا اوقات امام بخاری کی شخصیت اور ان کی صحیح کے متعلق درشت وکرخت لہجہ میں نہایت سخت الفاظ کہہ جاتے تھے، چنانچہ اسی بات پر بارہا راقم الحروف اور مولانا مفتی عتیق الرحمن عثمانی کی اُن سے جنگ اور سخت کلامی ہوئی، ہماری سمجھ میں آج تک یہ کبھی نہیں آیا کہ ہزار علم وفضل اور وسعت مطالعہ کے باوجود جو شخص کسی امام فقہ کا اس درجہ متصلب اور کٹر مقلد ہو اسے صحیح معنی میں "محدث" یا "شیخ الحدیث" کیونکر کہا جا سکتا ہے، بہرحال کتاب ادبی، سوانحی اور تاریخی